

آرٹھلہ و سارے عیسیٰ السلام بے عجز و بے لختاب
الحديث

تفسیر صافی شیعہ ص ۳۲۰

رسالہ
شان حضرت
فاروق عظمیٰ رضی اللہ عنہ

جس میں

سیدنا عمر فاروق خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی عزت و عظمت اور حقانیت خلافت
اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی آل و اولاد سے
محبت و الفت کو کتب معتبرہ شیعہ ثابت کیا گیا ہے
مؤلف

علامہ محمد عبدالستار صاحب تونسوی

ناشر

شعبہ تالیف و تصنیف مدرسہ محمدیہ رجسٹرڈ سوری کُنڈ (ڈیرہ غازی خان)

قیمت

۱۵/-

روپے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين العاقبة للمتقين والصلاة والسلام على سيد المرسلين
وعلى خلفائهم الراشدين المهديين على آلهما أصحاب الطيبين الطاهرين
أَمَّا بَعْدُ ! یہ مختصر سار سالہ محضر رضائے الہی اور مسلمان بھائیوں کی
خیر خواہی کے پیش نظر لکھا گیا ہے جس میں سیدنا فاروق اعظم خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ
کے فضائل و مناقب کتب معتبرہ شیعہ سے نقل کیے گئے ہیں۔ یہ حقیقت کسی مسلم اور غیر مسلم
سے مخفی نہیں کہ اسلام کے عروج و سر بلندی میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ
بلا فصل جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق اعظم کی
سرفروشانہ سعی و کوشش اور مخلصانہ محنت کاوش اور والہانہ وفاداری جاں نثاری
اور مجاہدانہ عرق ریزی جاں فثانی سے چار دہائیوں کے عالم میں اسلام کا بول بالا ہو گیا جس نے
دشمنانِ خداوند تعالیٰ اور دشمنانِ رسول کی تمام طاقتوں کو کچل کر رکھ دیا جن کے حسن
تدبیر اور مومنانہ فراست بصیرت سے ایک ہزار چھتیس شہر اور ان کے مضافات فتح
کیے گئے۔ ان مفتوحہ علاقوں میں آپ کے انتظام سے چار ہزار مساجد بنی و قنہ نماز کے لیے
اور نو سو جامع مسجدیں تیار ہوئیں۔ آپ کا اپنی خلافت میں حکم تھا کہ جو مقام فتح ہو
وہاں مسجد بنائے اس کے لیے امام و مؤذن مقرر کیا جائے۔

آپ نے دین کی تبلیغ اور علم دین کی ترویج و ترقی کے لیے یہاں تک تدبیر فرمائی کہ
کوئی ایسا شخص تجارت کا کاروبار نہ کرے جو دین کے مسائل کا علم نہ رکھتا ہو۔ حضرت
فاروق اعظم نے دنیا کی سب سے بڑی اور طاقت ور قیصر کسریٰ کی حکومتوں کو تہ و بالا کچل کر
رکھ دیا اور دین حق کو تمام ادیان پر غالب کر دیا۔ نیز اسلامی حکومت کو اس قدر مضبوط

اور طاقت و رہنمائی کہ جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہ کر سکتی تھی۔ آپ نے اپنی دس سالہ خلافت میں وہ کام کیا جس کی نظیر نہیں ملتی یہ سب کچھ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کا اثر تھا جو آپ نے اللہ تعالیٰ سے حضرت عمرؓ کے اسلام لانے اور ان کے ذریعہ اسلام کو عزت و عظمت حاصل ہونے کے لیے مانگی تھی۔

گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائیں مانگ کر اللہ تعالیٰ سے حضرت عمرؓ کے ایمان کی منظوری لے لی اور اپنے دین حق کے لیے عزت و غلبہ کا حصول حضرت عمرؓ کے ایمان لانے میں دیکھا۔ اور واقعی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ نبوت اور چشم بصیرت نے حقیقت اقصیہ کو دیکھ لیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قیصر کسریٰ یہود و نصاریٰ، مجوس و مشرکین سب پر غلبہ عطا فرمایا جس کا خود شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں میں اعتراف و اقرار ثابت ہے۔

۱۔ والعیاشی عن الباقر
علیہ السلام ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال اللهم
اعز الاسلام بعمر بن الخطاب
ابو بانی جمل بن هشام۔

عیاشی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الہی میں دعا مانگی کہ یا اللہ! تو اسلام کو عزت و غلبہ دے عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) یا ابو جمل بن ہشام کے ذریعہ سے۔

تفسیر صافی ص ۳۲

اور مقبول احمد شیعہ کا ترجمہ قرآن مجید (۵۱۶)

غور فرمائیے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عاجس کا امام باقر نے ذکر فرمایا ہے کس طرح مقبول و منظور ہوئی کہ فوراً اس کے بعد حضرت عمر اسلام لائے اور اسلام لاتے ہی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو حرم کعبہ میں لائے اور کفار سے مقابلہ کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں علانیہ باجماعت نماز ادا کرنے کا موقعہ حاصل کیا جس کا تذکرہ شیعہ مذہب کی کتاب "غزواتِ حیدری" میں یوں موجود ہے:

۲۔ جب دروازہ کھولا تو عمر بصد عذر خواہی خدمتِ ست

پناہی میں حاضر ہوا۔ حضرت نے تلقین مراتب اسلام اس کو مرحبا کہا

اور باعزاز اپنے پاس بٹھلایا تب عمر نے عرض کی یا نبی اللہ! اب

ہم کو اجازت دیجیے اور بے تکلف فرمائیے تاکہ حرم محترم میں

جا کر آشکارا نماز پڑھیں اور طاعتِ الہی بجماعت بجالاویں۔

ہر گاہ اصحابِ فضیلت انتسابِ جماعت پر اتفاق کیا محبوب

ایزدِ خلاق نے بھی داںِ فرماں طرف سجد گاہ آفاق کے قدم رنجہ فرمایا

اور آگے رے عمر تیغِ بکمر بجماعت وافر اور پیچھے اصحابِ حجتہ

انسابِ بصد کمر و فرشتے اور باتیں کہتے بے خوف و خطر داخل خانہ

داور ہوئے۔ یکبار جدارِ حرم نے بصد افتخار سر اپنا تا بعرش کمر دکھار

پہنچایا۔ کفارِ ناہنجار نے جس وقت یہ حال دیکھا اور جاہ و جلال

یارِ انِ نیک افعال کا اس مرتبہ مشاہدہ کیا اور ایک غمخوار نے

پاس عمر کے آکر کہا اے عمر بدگوہر! یہ کیا فتنہ دگر ہے اور تُو اس گروہ پر شکوہ

میں کیوں تیغ بکھرے۔ عمر نے یہ بات سن کر پہلے اسلام اپنا ٹاپر کیا اور

بصطیحات کہا اے نابکار ہفوت شعار! اگر تم میں سے ایک نے بھی

اس وقت جگہ سے حرکت کی یا کوئی بات بے جا زبان پر آئی بخدا تے

لا ایزال ایک سر بھی بدن پر نہ ہوگا۔ پس لا اور ان دین اصحاب سید

المسلیں مسجد میں آئے اور صف اسلام کو بنیت اقتدا جماعہ برابر

برابر کھڑے ہو گئے، خطیب مسجد قضی حبیب کیریار نے قصد امانت

کیا اور واسطے نیت نماز کے دست مبارک تابگوشت پہنچایا

نبی گفت تکبیر چوں در حرم فتادند اصنام ہر روئے ہم

اور اہل شر ہر چند دیکھتے تھے لیکن کسی کو مجال مقاومت نہ تھی۔

(غزوات جلدی شیعہ ۲۲۰ وقائع دوم)

یہ خود شیعہوں نے حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے اسلام لانے اور

دین کو طاقت و قوت پہنچانے اور حرم کعبہ میں اسی روز جا کر حضورؐ اور صحابہ کرامؓ

کے علانیہ نماز باجماعت قائم کرنے کو کس خوبی سے بیان کیا ہے اور حضرت

عمرؓ کے آنے پر حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مرجا فرمایا اور باعزاز اپنے پاس بٹھایا

اور نہایت خوشی کا اظہار فرمایا۔

۳۔ حضرت عمرؓ کے ذریعہ اسلام کو جو عزت و غلبہ ہونا تھا اس کو حضرت امام

محمد باقرؑ نے الم غلبت الروم کی تفسیر فرماتے ہوئے یوں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے جس غلبہ کا ذکر فرمایا ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت

و خلافت میں حاصل ہوا۔ چنانچہ تفسیر صافی میں مرقوم ہے :-

فلما غزا المسلمون الفارس
وافتحوها ففرح المسلمون
بنصر الله عز وجل

پس جب مسلمانوں نے فارس سے لڑائی کی
اور اس کو فتح کر لیا تو مسلمان اللہ تعالیٰ
کی مدد اور نصرت سے بہت خوش ہوئے

پھر آگے اسی کتاب میں چند حروف کے بعد لکھا ہوا ہے :-

وانما غلبت المؤمنون
فارس في اماره عيسى
(تفسیر صافی ص ۴۷)

یہ غلبہ مؤمنوں کا فارس پر حضرت عمرؓ
کی خلافت میں ہوا۔

تو حضرت امام محمد باقرؑ نے مؤمنوں کے فارس پر غلبہ کی قرآنی خبر اور اس پر
نصرت الہی کے آنے اور مسلمانوں کے مسرور و خوش ہونے کو سب حضرت عمرؓ کی
خلافت میں واقع ہونے کا اقرار و اظہار فرمایا ہے۔

۴۔ اور اسی فتح فارس کی خوش خبری کو حضورؐ نور علیہ وسلم نے خندق کے
موقعہ پر پیچھے کو توڑتے ہوئے بیان فرمایا تھا جس کو علامہ باقر مجلسی شیعہ نے ان
الفاظ میں ذکر کیا ہے

ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلا تیشہ
پتھر مارا تو پیچھے کا تہائی حصہ ٹوٹ
گیا، آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر ملک شام
کی کنجیاں خدا نے مجھے دیدیں۔ خدا کی قسم

ابن بابویہ روایت کرتے ہیں کہ وہ است
کہ چوں کلنگ اول رازد ثلث
سنگ اشکست فرمود اللہ اکبر
کلید ہائے شام را خدا بمن داد و بخدا
سو گند قصر ہائے سرخ آں امی منیم

پس کلنگ و گیزر دو ثلث دیگر را شکست و فرمود اللہ اکبر خدا کلید ہائے ملک فارس را بمن داد و بخدا سوگند کہ الحال قصر سفید این را می بینم و چون کلنگ سوم رازد و باقی سنگ جدا شد گفت اسد اکبر کلید ہائے مین ابرمن دادند و بخدا سوگند کہ روزہ ہائے صنعار را می بینم

بحان اللہ! حضرت عمرؓ کی کیا شان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر شام و فارس کے فتح ہونے کو اپنے ہاتھ میں ان کی کنجیاں دی جانے کا فرما گئے۔ حضرت عمرؓ کی فتوحات کو خود حضورؐ پر نور اپنی طرف منسوب فرما گئے ہیں۔

۵۔ انہی غزواتِ روم و فارس کے متعلق جب سیدنا عمر فاروقؓ نے سیدنا علی المرتضیٰ سے مشوہ کیا تو حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی فوجوں اور لشکروں کو اللہ تعالیٰ کی فوج قرار دے کر فرمایا کہ ان کا حافظ و ناصر خود اللہ تعالیٰ ہے۔ جو کہ ہج البلاغہ میں اس طرح مرقوم ہے :-

ومن كلام له عليه السلام وقد شاوره عمر بن الخطاب في الخروج الى غزوة الروم بنفسه..... وقد توكل الله هذا الدين باعزاز الحوزة وستر العورة

جناب علی کا یہ کلام اس وقت کا ہے جب کہ حضرت عمرؓ نے جنگِ روم میں خود اپنے جانے کے لیے ان سے مشوہ لیا ہے بیشک اللہ اس دین والوں کے لیے ذمہ دار ہے انکی جماعت کو عزت دینے اور انکی

والذی نصرهم وهم قلیل لا ینتصرون
ومنعمهم وهم قلیل لا یمتنعون حی
لا یموت انک متی تسرالی هذا
العد بنفسک فتلقهم فتکب لا
تک للمسلمین کافۃ دوزاقصہ بدارہم
لیس بعدک مرجع یرجعون الیہ
فابعث الیہم رجلاً حبیباً واحفـز
معہ اهل البلد والنصیحۃ فان
اظهر الله فذاک ما تحب ان تکن
الاخری کنت ردء الناس ومثابۃ
للمسلمین - (نیج البلاغہ ج ۲ ص ۲۳)

کمزوریوں کو چھپانے کا اور جس نے ان کو
اس حال میں بڑی جب کہ وہ کم تھے
فتح نہیں پاسکتے تھے اور اس حال میں انکو
محفوظ رکھا کہ وہ کم تھے اور محفوظ نہیں
رہ سکتے تھے وہ اللہ اب بھی زندہ ہے
اور کبھی نہیں مرے گا تحقیق جس وقت
آپ اس دشمن کے سامنے خود جائیں گے
اور خود ان سے مقابلہ کریں گے تو اگر
کہیں آپ شہید ہو گئے تو پھر مسلمانوں کو
کوئی جائے پناہ ان کے آخری شہروں
تک کہیں نہ ملے گی، کیونکہ آپ کے بعد

کوئی شخص نہیں جس کی طرف مسلمان رجوع کریں لہذا آپ کسی
تجربہ کار شخص کو ان کی طرف روانہ کیجیے اور اس کے ساتھ آزمودہ
کار اور خیر خواہ لوگوں کو بھیجیے تاکہ اگر اللہ ان کو غلبہ دے تو یہی
آپ کا مقصود ہے اور اگر خدا نخواستہ کوئی دوسری بات
ہوئی تو آپ مسلمانوں کے لیے جائے پناہ اور ان کے مرجع ہیں۔
حضرت علیؑ کے اس فرمان پر غور کیجیے کہ ان کو حضرت عمرؓ سے
کیسی محبت و عقیدت تھی

۱۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؑ باہم مخلص دوست اور ایک دوسرے کے

خیر خواہ تھے۔ اس لیے کہ مشورہ اس سے کیا جاتا ہے جس کی محبت اور اخلاص پر پورا پورا اعتماد ہو۔

۲۔ حضرت علیؑ نے اس دین کے متعلق جو حضرت عمرؓ اور تمام صحابہؓ کا تھا، فرمایا اللہ تعالیٰ اس کی عزت کا ذمہ ا رہے اور اس دین والوں کی اللہ تعالیٰ نے بے سُر سامانی میں مدد کی وہ خداوند تعالیٰ اب بھی موجود ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کے نزدیک حضرت عمرؓ کا اور تمام صحابہؓ کا دین وہی تھا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔

۳۔ حضرت علیؑ حضرت عمرؓ کی ذات اقدس کو بے نظیر جانتے تھے اور ان کا اعتقاد تھا کہ حضرت عمرؓ کے اس وقت شہید ہونے سے مسلمانوں کو بڑے زمین پر کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔

۴۔ حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کا مددگار اور ملجا و ماویٰ فرمایا۔

۵۔ حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کو میدان جنگ میں جانے سے روکا کہ مبادا وہ شہید ہو جائیں۔

اگر بقول شیعہ حضرت علیؑ کو ان سے عداوت ہوتی تو روکنے کے بجائے میدان جنگ کی ترغیب دیتے اور ان کی شہادت کو مسلمانوں کے لیے راحت تصور کرتے۔

۶۔ مذکورہ مشوہ جنگِ روم کا موقعہ تھا۔ دوسرا مشورہ جنگِ فارس کے متعلق نہج البلاغہ میں یوں ہے :-

ومن کلام له عليه السلام جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے حضرت

بعمر بن الخطاب وقد استشارة
 في غزو الفرس بنفسه ان
 هذا الامر لم يكن نصرة
 ولاخذ لانه بكثرة و
 لا قلة وهو دين الله
 الذي اظهره وجنده الذي
 اعدده وامده حتى بلغ ما بلغ
 وطلع حيث ما طلع ونحن
 على موعود من الله و
 الله منجز وعده وناصر
 جنده ومكان القيم بالامر
 مكان النظام من الخرز يجمعه
 ويضمه فاذا انقطع النظام
 تفرق الخرز وذهب ثم لم
 يجتمع مجددا فيرة ابد والعرب
 اليوم وان كانوا قليلا
 فهم كثيرون بالاسلام
 عزيزون بالاجتماع فكن قطبا
 واستدار الرحي بالعرب

عمر سے جب کہ انہوں نے حضرت علی
 سے مشورہ کیا ایران کی لڑائی میں اپنے
 جانے کے متعلق تحقیق اس کام کی
 فتح و شکست کثرت لشکر و قوت سے
 نہیں اور وہ اللہ کا دین ہے جس کو
 غالب کیا اور یہ اس کا لشکر ہے جس کو
 اس نے تیار کیا اور اس کی امداد کی،
 یہاں تک کہ پہنچا جہاں تک کہ پہنچا
 اور طلوع ہوا جہاں طلوع ہوا
 ہم لوگوں سے وعدہ ہے اللہ کا اور
 اللہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے
 اور اپنے لشکر کا مددگار ہے اور خلیفہ کی
 وہ حیثیت ہوتی ہے جو ہار کے دنوں
 میں دھاگے کی ہوتی ہے کہ وہ دھاگہ
 ان سب دنوں کو جمع کیے ہوئے اور
 ملائے ہوئے رہتا ہے اگر دھاگہ کٹ جائے
 تو سب دانے منتشر اور متفرق ہو جاتے
 ہیں پھر کبھی سارے کے سارے جمع
 نہیں ہوتے۔ اہل عرب آج اگرچہ

واصلهم دونك ناس الحرب
 فانك ان شخصت من
 هذه الارض انتقضت عليك
 العرب من اطرافها و
 اقطارها حتى يكون ما تدع
 وراءك من العورات اهم
 اليك مما بين يديك ان
 الاعاجم ان ينظروا اليك
 غدا يقولوا هذا اصل العرب فادا
 قطعتموه استرحتم فيكون
 ذلك اشد لقلبهم عليك و
 طمعهم فيك فاما ما ذكرت
 من مسير القوم الى قتال
 المسلمين فان الله سبحانه
 هو اكره لمسيرهم منك و
 هو اقدر على تغيير ما يكره
 واما ما ذكرت من عدد هم
 فاننا لم نكن نقاتل فيما
 مضى بالكثرة و

کم ہیں مگر اسلام کے سب سے کثیر ہیں اور
 باہمی اتحاد کے باعث باعزت ہیں
 پس آپ قطب (کیلی) بن جائیے اور
 چنگی کو عرب کے گردش دیجیے اور دوسرے
 لوگوں کو آتش حرب میں ڈالیں جو نہ
 پڑے کیونکہ اگر آپ اس سرزمین سے اٹھے
 تو تمام عرب ہر طرف سے آپ پر پہنچیں
 کی طرح ٹوٹ پڑیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ مدینہ
 خالی ہو جائیگا اور اپنے پیچھے کے جن مقامات
 کو آپ بے حفاظت چھوڑیں گے وہ سب
 کی لڑائی سے زیادہ اہم ہو جائیں گے پھر
 دوسری بات یہ کہ عجمی لوگ جب آپ کو
 میدان جنگ میں دیکھیں گے تو کہیں گے
 کہ یہ شخص عرب کی جڑ ہے اگر اس کو کاٹ
 ڈالو گے تو ہمیشہ کے لیے آرام پاؤ گے۔
 تو یہ خیال ان کے حملے کو سخت اور ان کی
 امیدوں کو مضبوط کر دے گا۔ باقی رہا یہ کہ
 جو آپ نے ذکر کیا ہے کہ فوج عجم
 مسلمانوں کے لیے روانہ ہو چکی ہے

انما کان قاتل بالنصر

والمعونۃ (نہج البلاغہ ج ۳ ص ۳۹)

تو اللہ سبحانہ کو ان کی یہ دانگی آپ سے زیادہ ناپسندیدہ ہے اور وہ جس چیز کو

نا پسند کھئے اس کے بدل دینے پر قادر ہے۔ اور جو آپ نے ان کی کثرت بیکار کی تو بات یہ ہے کہ ہم لوگ نہ مانہ گزشتہ میں اپنی کثرت کے باعث قتال نہ کرتے تھے بلکہ خدا کی مدد پر بھروسہ کر کے لڑتے تھے۔

سیدنا علی المرتضیٰ کا یہ خطبہ بھی حضرت عمر فاروق کے ساتھ ان کے خلاصہ و محبت کو بخوبی ثابت کرتا ہے۔

- ۱۔ حضرت عمرؓ کے دین کو اللہ کا دین اور ان کے لشکر کو خدا کا لشکر فرمایا۔
- ۲۔ حضرت عمرؓ کی جماعت میں اپنی ذات کو شامل کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم لوگوں سے خدا نے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔
- ۳۔ حضرت عمرؓ کی ذات الاصفات کو مسلمانوں کا بایہ نظام فرمایا اور فرمایا کہ یہ نظام آپ کے بعد کبھی قائم نہ ہوگا اس لیے کہ آپ فیم بالا مرہیں۔
- ۴۔ حضرت عمرؓ کے زمانے کے عربوں کو باوجود قلت کے بوجہ اسلام کے کثیر اور بوجہ باہمی اتحاد کے باعزت فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں قیام نہک باہمی رنج و عداوت کے سب قصے غلط ہیں۔
- ۵۔ حضرت عمرؓ کو میدان جنگ میں جانے سے یہ کہہ کر روکا کہ آپ کے یہاں سے چلے جانے کے بعد یہاں کا انتظام خراب ہو جائیگا اور دشمن لڑائی میں کوشش کریں گے کہ آپ کو شہید کر دیں، اس خیال سے کہ آپ کے بعد ان کو چین مل جائے گا۔

۶۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ مسلمانوں کی جاں نثاری اور محبت کو بیان فرمایا۔

۷۔ حضرت عمرؓ کے ساتھیوں کی شکست اور ان کے دشمنوں کی فتح کو خدا کا ناپسندیدہ اور مکرمہ امر فرمایا۔

۸۔ حضرت عمرؓ کو زمانہ گزشتہ کے عزوات اور ان کو خدا کے الطاف و عنایات یاد دلا کر تسکین دی۔

۹۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ نے ایک خط جناب امیر معاویہؓ کو لکھا تھا جس میں جناب صدیق اکبرؓ اور جناب عمر فاروقؓ کی شان میں یہ الفاظ لکھے تھے۔

وكان افضلهم في الاسلام
كما زعمت و انصحهم لله
لرسوله الخليفة الصديق
خليفة الخليفة الفاروق و
لعمرى ان مكافهما في الاسلام
لعظيم و ان المصاب بهما
لجرح في الاسلام شديد
يرجمهما الله و جزاهما باحسن
ما عملا۔

اور اسلام میں سب سے افضل اللہ اور
اس کے رسولؐ کے ساتھ اخلاص رکھنے
میں سب سے بڑھ کر جیسا کہ تم نے بیان
کیا، خلیفہ صدیقؓ تھے اور خلیفہ کے
خلیفہ فاروقؓ اور رسم مجھے اپنی جان
کی تحقیق ان دونوں کا مقام اسلام
میں بڑا ہے اور تحقیق ان کی وفات سے
اسلام کو سخت زخم پہنچا، اللہ تعالیٰ
ان دونوں پر رحمت نازل کرے اور
اچھے کاموں کا بدلہ دے۔

(شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی ج ۲ ص ۳۱)

غور فرمائیے !

کہ حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کا

اسلام میں کتنا بلند و بالا مقام بیان کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی کتنی محبت اخلاص کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے جانے کے بعد اسلام کو زخم پہنچنے پر اظہارِ افسوس فرماتے ہیں اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرتے ہیں اور ان کے نیک کاموں کی شہادت دیتے ہیں۔

۸۔ اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ کا ایک خطبہ نبج البلاغہ میں ہے :-

مِنْكَ لَا مَلِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بَارَكَ اللَّهُ فِي بِلَادِكَ فَتَقَدَّرَ قَوْمُ الْأَوْدِ
وَدَاوِي الْعَمَدِ وَخَلَفَ الْفَتَنَةِ
وَأَقَامَ السَّنَةَ ذَهَبَ نَقْيُ الثُّوبِ
قَلِيلُ الْعَيْبِ أَصَابَ خَيْرَهَا
وَسَبَقَ شَرُّهَا - أَدَى إِلَى اللَّهِ
طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ - رَحَلَ
وَتَرَكَهُمْ فِي طَرَقٍ مَتَشَعِبَةٍ
لَا يَهْتَدِي فِيهَا الضَّالُّ وَلَا
يَسْتَيْقِنُ الْمُهْتَدِي -

اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ نے حضرت عمر فاروقؓ کے متعلق فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت عمر کے شہر میں برکت دے بے شک انہوں نے کچی کو اور بیڑھ کو سیدھا کیا تھا اور بیماری کی دوا کی تھی۔ اور فتنوں سے پہلے چلے گئے اور سنت کو قائم کیا، بالکل صاف اور بے عیب دنیا سے گئے، خلافت کی خوبیاں حاصل کر گئے اور اس کے فتنہ و فساد سے پہلے چلے گئے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حق ادا کیا اور اللہ تعالیٰ سے پوری طرح ڈرتے رہے، وہ دنیا سے کوچ کر گئے

نبج البلاغہ

ج ۲ ص ۲۴۹

اور ان کے بعد لوگ پیچیدہ راستوں میں پڑ گئے جن میں گمراہ راستہ نہیں پاسکتا اور ہدایت یافتہ یقین نہیں کر سکتا۔

شارحین نہج البلاغہ نے لکھا ہے کہ ”فلاں“ سے مراد اس خطبہ میں حضرت عمرؓ ہیں (شرح نہج البلاغہ ج ۲۵، فیض الاسلام - شرح نہج البلاغہ ص ۷۱۲)۔
 ۹۔ اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ کا ایک اور خطبہ نہج البلاغہ میں ہے :-

قال عليه السلام في كلام له
 ووليهم وال فاقام واستقام حتى
 ضرب الدين بجرانه
 حضرت علی نے فرمایا حضرت عمرؓ
 مسلمانوں کے الی اور حاکم ہونے جہنوں
 نے دین کو قائم کیا اور سیدھے چلے یہاں
 تاکہ دین کو پوری مضبوطی حاصل ہوئی۔
 (نہج البلاغہ ص ۲۶۳)

اس کلام میں بھی الی سے مراد حضرت عمر فاروقؓ ہیں جیسا کہ شارحین نہج البلاغہ نے تصریح کی ہے۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲۵، فیض الاسلام شرح نہج البلاغہ ص ۱۲۹
 تو سیدنا علی المرتضیٰ کے ان رب خطبات سے حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ ان کے دوستانہ تعلقات اور اسلامی محبت و اخوت کا کافی وافی ثبوت ملتا ہے۔

۱۰۔ سیدنا علی المرتضیٰ اور ان کی آل و اولاد کو حضرت عمر فاروقؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ان حضرات نے اپنے بچوں کے نام حضرت عمرؓ کے نام پر رکھے۔
 (۱) سیدنا علی المرتضیٰ نے اپنے صاحبزادہ کا نام ”عمر“ رکھا۔

(جلار العیون، ص ۱۹۳-۱۹۴، کشف الغمہ ص ۱۲۲، تاریخ الاممہ شیعہ ص ۴۳، منتهی الآمال شیعہ ص ۱۳۶)۔

(۲) سیدنا امام حسنؓ نے بھی اپنے صاحبزادہ کا نام عمر رکھا۔ (کشف الغمہ

ص ۱۷۱، تاریخ الاممہ ص ۶۳، جلال العیون - ص ۲۰۳)

(۳) سیدنا امام حسینؑ نے بھی اپنے صاحبزادہ کا نام عمر رکھا۔ (تاریخ الائمہ ص ۵۳)

(۴) سیدنا امام زین العابدینؑ نے بھی اپنے صاحبزادہ کا نام عمر رکھا۔ (کشف الغمہ

ص ۲۰۰، جلاء العیون ص ۱۰۷، تاریخ الائمہ ص ۹۹، منتهی الآمال ص ۳۱)

(۵) حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے بھی اپنے صاحبزادہ کا نام عمر رکھا (تاریخ الائمہ ص ۱۵۲)

اہل اسلام میں یہ طریقہ جاری ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی اولاد کا نام اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اپنے بزرگوں اور محبوب لوگوں کے نام پر رکھتے ہیں۔ ائمہ اہل بیت کو حضرت عمر فاروقؓ سے اگر عقیدت و محبت نہ ہوتی تو اپنے عزیز بچوں کے نام ان کے نام پر ہرگز نہ رکھتے۔ اور اگر حضرت عمرؓ کو حضرت سیدنا علیؓ اور اہل بیت سے یا دین اسلام سے دشمنی ہوتی تو بھی ائمہ اہل بیت کبھی اپنے بچوں کا نام عمر نہ رکھتے۔ ائمہ اہل بیت کا نام رکھنا واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک عداوت و دشمنی کے قصے غلط اور جھوٹے تھے اور حضرت عمرؓ ان کے نزدیک محبوب و محترم بزرگ تھے۔

۱۱۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے درمیان محبت و دوستی کا ثبوت جس طرح حضرت عمرؓ کے نام پر بیٹوں کا نام رکھنے کی سنت جاری کرنے اور جنگوں وغیرہ میں خیر خواہانہ مشورے دینے سے ثابت ہے۔ اسی طرح شیعہ کتابوں میں یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کے دربار خلافت میں سیدنا علیؓ برضا اور رغبت خود آتے جاتے اور فیصلے کرتے تھے اور ان کے فیصلے اور فتوے پر عمل ہوتا تھا۔ بلکہ کتب شیعہ میں

اتنے تک ثابت ہے کہ صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان ذوالنورینؓ کی خلافتوں میں عہد قضاہ و حدود وغیرہ سیدنا علیؓ کے سپرد تھا، وہ بخوشی اس کو سرانجام دیا کرتے تھے۔ شیعہ کی معتبر کتابوں میں اس طرح مرقوم ہے: امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ایک لوطی کو پکڑ کر حضرت فاروق اعظمؓ کے دربار میں فیصلہ کے لیے پیش کیا گیا۔ اُس وقت دربار خلافت میں حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ موجود تھے۔ اس کی سزا کے متعلق باہم مشورہ ہونے لگا تو حضرت عمرؓ نے سیدنا علیؓ کو فرمایا:-

ما تقول یا ابی الحسن! اے ابوالحسن! آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ تو
قال اضرب عنقه فضرِبَ عنقه سیدنا علیؓ نے فرمایا اس کی گردن اڑا دو
قال ادع بحطب قال فدعا پس حضرت عمرؓ نے اس کی گردن مڑادی
عمر بحطب فامر به امیر اور فرمایا لکڑیاں منگواؤ، حضرت عمرؓ نے
المؤمنین علیہ السلام لکڑیاں منگوائیں۔ پس حضرت علیؓ کے
فاحرق به (استبصار ج ۲ ص ۲۱۹) حکم سے اس کو جلادیا گیا۔

نیز شیعہ کتاب من لایحضرہ الفقیہ کے ص ۲۲۲ پر ہے:-
”حضرت عمرؓ نے شراب کی حد کے بارے میں حضرت علیؓ سے مشورہ کیا۔“
نیز شیعہ کتابوں میں یہاں تک ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں حکم دے رکھا تھا:-

لا یفتین احد فی المسجد کوئی شخص مسجد میں حضرت علیؓ کی موجودگی
علی حاضر! میں فتویٰ و فیصلہ نہ دے۔

نیز شیعہ کتب میں ثابت ہے حضرت محمد باقرؑ اپنے آباؤ علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں :-

ان ابابکر و عمر و عثمان کانوا
یرفعون الحد الى علی بن ابی
طالب علیہ السلام
(جعفریات مطبوعہ طران ص ۱۳۳)

بتحقیق حضرت ابوبکرؓ اور
حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ
نے حد کے فیصلے حضرت علیؓ کے
سپر کر رکھے تھے۔

تو۔ ان حوالہ جات سے بخوبی ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ
حضرت علی المرتضیٰ پوری ہمدردی اور محبت سے امور خلافت کو سرانجام دیا
کرتے تھے۔ اور حضرت علیؓ بخوشی دربار خلافت میں آتے جاتے اور فیصلے
کرتے تھے۔

۱۲۔ حضرت امام زین العابدینؑ کی والد ماجد کا حضرت عمرؓ کی خلافت میں
مال غنیمت میں آنا اور حضرت سیدنا امام حسینؑ سے ان کا نکاح کر دینا بھی بخوبی
دلائل کرتا ہے کہ ان حضرات میں باہم الفت و محبت تھی اور حضرت عمرؓ
کی خلافت، خلافت حقہ تھی۔ کیونکہ اگر حضرت عمرؓ کی خلافت صحیح نہ ہو تو
اس میں جو جہاد ہوئے اور مال غنیمت حاصل کیے گئے وہ بھی صحیح نہ ہوں گے تو
پھر سیدنا حضرت حسینؑ کا نکاح بی بی شہربانو سے کیسے درست ہوگا۔ بی بی شہربانو کا
حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانے میں مال غنیمت میں آنے کا واقعہ شیعہ کی
معتبر کتاب ”اصول کافی“ باب مولد علی بن حسین میں ثابت ہے۔

نیز منتہی الآمال ج ۲ پر ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے مشورہ

بی بی شہربانو کو حضرت سیدنا امام حسینؑ کے نکاح میں دے دیا۔ اور اس کا حق مہر بھی بیت المال سے ادا کیا۔

نیز جلاء العیون ص ۲۳۹ پر اسی طرح مرقوم ہے۔

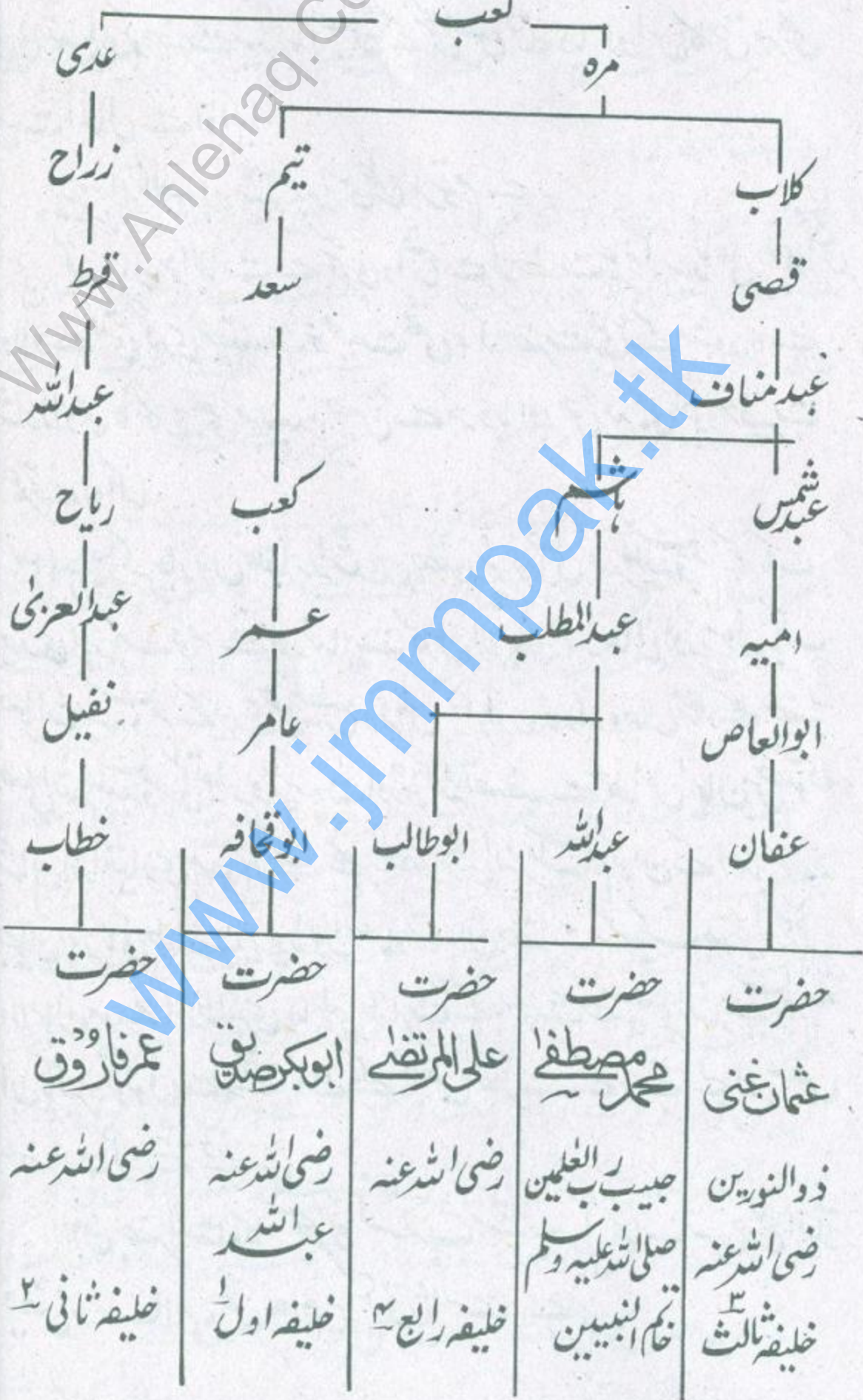
تو، ان حوالجات سے بخوبی واضح ہے کہ حضرت عمرؓ کو سیدنا علیؓ اور انکی اولاد سے کتنی گہری عقیدت و محبت تھی، کہ حضرت علیؓ کے مشورہ سے شاہ زادی کا نکاح بھی سیدنا حسینؑ سے کر دیا اور حق مہر بھی خود حضرت عمرؓ نے ادا کیا۔

۱۳۔ چونکہ چاروں خلفاء راشدین حضورؐ پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے یک جدی اور یک قوم تھے اور نہایت کامل الایمان، خدا تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پوری طرح مطیع و فرمان بردار اور وفادار و جاں نثار تھے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ و تصفیہ سے جملہ اہل ایمان میں خصوصی شان اور امتیازی مقام رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اخلاص و ایمان اور پاکی طہارت پر پورا پورا اعتماد تھا۔ ان حضرات کے یک جدی اور کامل الایمان ہونے اور ظاہری و باطنی طہارت کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پاکیزہ لوگوں سے رشتے ناطے کیے بعض حضرات سے رشتے لیے اور بعض حضرات کو رشتے دیے۔

ان حضرات کا شجرہ نسب شیعہ کی کتاب شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام، ص ۵۱۹ پر یوں ثابت ہے :-

کعب

مرہ



اس شجرۂ نسب واضح ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جناب
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتویں دادا
جناب کعب کی اولاد میں سے ہیں۔

جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے یک جہدی
ہونے اور تقویٰ اور ظاہری و باطنی محبت کے پیش نظر ان سے رشتے کیے تھے
اسی طرح جناب علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروقؓ کو بوجہ
رشتہ دار جہدی ہونے اور پوری طرح محبت و اخلاص کے باعث اپنی حقیقی
صاحبزادی سیدام کلثومؓ کا نکاح ثنادی حضرت عمرؓ سے کر دیا، جو کہ سیدنا عمرؓ
اور سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کے مابین حقیقی اور واقعی تعلقات محبت و اخوت کو
نمایاں کھننے کے ساتھ ان کی خلافت کے حق ہونے اور ان کے کامل الایمان ہونے پر
دلالت کرتا ہے۔

یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو کہ عموماً مورخین نے لکھا ہے اور
اہل السنۃ کے علاوہ شیعہ مذہب کی معتبر کتابوں میں اس کا
اعتراف و اقرار موجود ہے۔ جس سے انکار کرنے کی کوئی صورت
نہیں بن سکتی۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے
اختیار و پسند کردہ چیزوں کو بسر و چشم ماننے کی توفیق بخشے اور
جہالت و ضد میں پھنس کر شیر خدا کے کیے ہوئے کاموں پر انکار و اعتراض
کرنے سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

ثبوت از کتب شیعہ

۱۔ عن جعفر عن ابیہ
قال مات امر کلثوم بنت
علی وابنہا زید بن عمر بن
الخطاب فی ساعة
واحدة

(تہذیب شیعہ فتح ۳ ج ۲ ص ۲)

امام جعفر صادق اپنے والد امام محمد باقر
سے روایت کرتے ہیں کہ سید ام کلثومؑ
جو حضرت علیؑ کی صاحبزادی تھیں اور
ان کا بیٹا زید جو حضرت عمر بن خطابؓ کا
بیٹا تھا، دونوں (ماں اور بیٹا) ایک
ہی وقت فوت ہوئے تھے۔

حضرت امام باقرؑ کے اس فرمان سے ثابت ہے کہ سیدنا علیؑ شیر خدا کی
صاحبزادی سید ام کلثومؑ کا کالج حضرت عمر بن خطابؓ سے ہوا تھا جن کا ایک بیٹا
حضرت سید ام کلثومؑ سے زید بن عمرؓ پیدا ہوا تھا، اور ماں بیٹا اکٹھے
فوت ہوئے تھے۔

۲۔ عن سلیمان بن خالد
قال سئلت ابا عبد اللہ علیہ السلام
عن امرأة توفی عنہا زوجها
این تعتد فی بیت زوجها
او حیث شاءت؟ قال بل
حیث شاءت ثم قال ان علیا
صلوات اللہ علیہ لما مات
عمراتی امر کلثوم فاخذ

سلیمان بن خالد کہتا ہے کہ میں نے
امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ
جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے
وہ عدت خاوند کے گھر میں گزائے یا
جہاں چاہے گزائے؟ انہوں نے
فرمایا جہاں چاہے گزائے۔ پھر فرمایا
بہ تحقیق حضرت علیؑ صلوٰات اللہ علیہ
حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد سید

بیدھا فانطلق بها الى بيتہ

(فروع کافی ج ۲ ص ۳۱۲ حصہ اول تہذیب ص ۲۳۸)

ام کلثوم کے پاس گئے اور ان کو حضرت
عمرؓ کے گھر سے اپنے گھر لے آئے۔

انہی دونوں کتابوں کے ان صفحات پر انہی الفاظ ہیں امام جعفر صادقؑ سے
دوسرے راویوں کی روایت بھی موجود و منقول ہے۔

۳۔ فروع کافی مصنفہ محمد بن یعقوب کلینی میں ایک مستقل باب ہے جس کا
عنوان یہ ہے :-

باب فی تزویج ام کلثومؓ یہ باب سیدہ ام کلثومؓ کے نکاح میں ہے

جس میں محمد بن یعقوب کلینی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایتیں
نقل کی ہیں جن سے بخوبی ثابت ہے کہ خاندان نبوت کی چشم چراغ سیدہ
ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے کیا گیا تھا۔ (فروع کافی ج ۲ حصہ اول ص ۱۴۱)
(مطبوعہ لکھنؤ)

۴۔ قاضی نور اللہ شوستری شیعہ مجتہد لکھتا ہے :-
الکرمی دختر عثمان داد، ولی دختر عمر
فرستاد۔ (مجالس المؤمنین ص ۸۷)
تو حضرت علیؑ نے عمر کو دے دی۔

۵۔ قاضی نور اللہ شوستری شیعہ نے لکھا ہے کہ کسی نے ابو الحسن سے پوچھا :-
کہ چرا آل حضرت دختر خود را
کہ حضرت شیر خدا علی المرتضیٰؑ نے اپنی

۱۵ ان دونوں روایتوں کے متعلق مرآة العقول ص ۴۴۸ پر مرقوم ہے کہ یہ دونوں روایتیں
حسن ہیں۔ معلوم ہوا کہ ضعیف بھی نہیں ۱۲

بعمر بن خطاب داد؟ گفت بواسطہ
آنکہ اظہار شہادتین مے مؤثر زبان
واقرار بفضل حضرت امیر
مے کر د۔

(شیعہ مجالس المؤمنین ص ۸۸ سطر ۴)

حضرت امیر المؤمنین علی کی فضیلت کا اقرار بھی کرتا تھا۔

۶۔ قاضی نور اللہ شوستری شیعہ مجتہد لکھتا ہے :-

محمد بن جعفر بعد از فوت عمر بن خطاب
بشرف مصاہرت حضرت امیر المؤمنین
علیہ الصلوٰۃ وآلہ مشرف گشتہ و ام
کلتھوم را کہ بعد کم کفات از رونے اکراہ
در جبالہ عمر بود تزویج نمود۔

(شیعہ کی کتاب مجالس المؤمنین
ص ۸۳ آخری سطر)

محمد بن جعفر طیار نے عمر بن خطاب
کی وفات کے بعد سید ام کلثوم سے
نکاح کر کے حضرت سیدنا علی امیر المؤمنین
صلوات اللہ علیہ آلہ کی دامادی کا
شرف حاصل کیا اور یہ سید ام کلثوم
پہلے اکراہ سے عمر کے جبالہ نکاح میں
تھی کیونکہ عمر ان کے ہم کفو نہ تھے۔

۷۔ بعض لوگ اپنی نادانی سے کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا نکاح سیدنا علیؓ کی بیٹی
سید ام کلثوم سے نہیں ہوا تھا۔ ان گزشتہ حوالہ جات اور آنے والے حوالہ جات سے
بخوبی واضح اور ثابت ہوتا ہے کہ واقعی حضرت عمرؓ کا نکاح سید ام کلثومؓ دختر علیؓ
سے ہوا تھا جس کا انکار ممکن نہیں۔

جیسے کہ قاضی نور اللہ شوستری مجتہد شیعہ نے لکھا ہے :-

وہیچ کس منکر آن نیست کہ تزویج
ام کلثوم با عمر بوسیله عباس بود۔
(مصائب النواصب ص ۱۶۹)

شیعہ میں سے کوئی اس کا منکر نہیں کہ
سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر کے
ساتھ بذریعہ حضرت عباس کیا گیا تھا۔

ویسے اس نکاح کا اعتراف اقرار شریف مرتضیٰ نے اپنی معتبر کتاب،
کتاب الشافی کے ص ۲۱۶ و ص ۳۵۴ اور قاضی نور اللہ شوستری نے اپنی کتاب مجالس
المؤمنین کے ص ۳ پر واضح طور پر کہا ہے کہ ام کلثوم دختر علیؑ کا نکاح حضرت
عمرؓ سے ہوا تھا۔

بعض لوگ اس نکاح کا انکار اس طرح کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت علیؑ نے عین
شادی کے موقعہ پر اپنی صاحبزادی کو چھپا لیا اور اپنے اعجاز و کرامت
سے نجران کی ایک جنیہ کو اپنی شاہزادی ام کلثوم کی شکل میں حضرت
عمرؓ کے گھر بھیج دیا تھا۔

۸۔ لیکن گزشتہ تمام روایات اس بات کی تردید کرتی ہیں۔ کیا حضرت عمرؓ کا
بیٹا جو زید پیدا ہوا تھا وہ جنیہ سے پیدا ہوا تھا؟ یا محمد بن جعفر طیار سے جو ان کا
نکاح حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ہوا تھا وہ جنیہ تھی؟ یا جو حضرات شیعہ
یہ لکھتے گئے ہیں کہ اس نکاح کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت
عمرؓ شہادۃین کا اظہار اور حضرت علیؑ کی فضیلت کا اقرار کرتے تھے اس لیے
سیدہ ام کلثوم سے حضرت عمرؓ کا نکاح درست تھا۔

چنانچہ علامہ باقر مجلسی لکھتا ہے :-

کہ ان روایات کی موجودگی میں جو حضرت عمرؓ کے ساتھ سیدہ ام کلثومؓ

حضرت علیؓ کی لڑکی کے نکاح کے بارے میں ثابت ہیں شیخ مفید کا انکار کمرنا نہایت تعجب کی بات ہے۔

۹۔ انکار ذلک عجیب الاصل
فی الجواب هو ان ذلک وقع علی
سبیل التقیۃ والا ضطرار ولا
استبعاد فی ذلک (امۃ العقول شرح
الاصول والفرع، ج ۳ ص ۴۹۹)

اس نکاح کا انکار کرنا دینی روایات کی
موجودگی میں عجیب ہے۔ اصل میں اس
نکاح کا جواب یہ ہے کہ یہ نکاح بطور تقیہ
اور لاچارگی کے کیا گیا تھا جس میں کوئی
استبعاد اور اشکال نہیں۔

۱۰۔ بعض لوگ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا نکاح جس ام کلثوم سے ہوا
تھا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں، جو حضرت اسماء بنت
عمیس زوجہ صدیقؓ سے پیدا ہوئی تھیں اور حضرت صدیقؓ کی وفات کے بعد
حضرت اسماء کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا تھا جس کے باعث وہ حضرت علیؓ
کی پرورش میں رہی تھیں۔ ان کی ربیبہ ہونے کی وجہ سے مجازاً حضرت علیؓ کی
بیٹی کہا گیا۔

یہ بات تاریخی طور پر غلط ہے کیونکہ ام کلثوم بنت ابو بکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نہ تھیں کہ
جن کے حضرت علیؓ سے نکاح کرنے کے بعد ام کلثوم ان کی ربیبہ ہو سکتیں بلکہ
ام کلثوم بنت ابو بکرؓ کی والدہ ماجدہ حبیبہ بنت خارجہ تھیں۔
چنانچہ اصحابہ فی تمیز الصحابہ ج ۲ رابع حرف الکاف ص ۴۶۹ پر

ام کلثوم بنت ابی بکر
 امہا حبیبۃ بنت خارجۃ
 و وضعہا بعد موت
 ابی بکر۔
 ام کلثوم بنت ابوبکر کی ماں
 حبیبہ بنت خارجہ تھیں اور یہ
 ام کلثوم ان سے ابوبکر کی وفات
 کے بعد پیدا ہوئی تھیں۔

نیز اسی کتاب کے باب الحارۃ ص ۲۶۱ پر ہے :-

حبیبۃ بنت خارجۃ
 زوجۃ ابی بکر
 الصدیق و والدۃ
 ام کلثوم ابنتہا الی
 مات ابوبکر و ہی
 حامل بہا۔
 حبیبہ بنت خارجہ ابوبکر صدیق کی
 زوجہ تھیں اور ام کلثوم کی والدہ تھیں
 یہ ام کلثوم ابوبکر کی وہ بیٹی ہیں جبکہ
 ابوبکر کی وفات ہوئی تھی تو یہ
 اس وقت حبیبہ بنت خارجہ کے
 بطن میں تھیں جو حضرت صدیق
 کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔

نیز ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح کے متعلق طبقات ابن سعد
 جز ثامن ص ۴۶۲ پر مرقوم ہے کہ ام کلثوم بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
 نکاح طلحہ بن عثمان بن عسر سے ہوا۔ ان کے بعد طلحہ بن عبید اللہ سے
 اور پھر ان کی شہادت کے بعد عبد الرحمن بن عبد اللہ سے ان کا
 نکاح ہوا۔

ان ام کلثوم بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق کسی نے نہیں لکھا کہ ان کا
 نکاح حضرت عسر سے ہوا تھا یا ان سے ان کا بیٹا زید پیدا

ہوا تھا۔

۱۱۔ شیعہ کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے کہ جن ام کلثوم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا تھا، ان کی والدہ ماجدہ خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں۔

تاریخ طالعہ مذہب منظر میں مستقل ایک باب ہے جو ص ۴۴ سے شروع ہو کر ص ۴۵ پر ختم ہوتا ہے۔ جس کا عنوان ”حکایت تزویج ام کلثوم با عمر بن خطاب“ ہے۔

جناب ام کلثوم کبریٰ حضرت	جناب ام کلثوم کبریٰ حضرت
فاطمہ الزہراءؑ کی بیٹی حضرت	فاطمہ زہراءؑ دوسرے عمر بن
عمر بن خطاب کے گھر میں تھیں	خطاب بود ازوے فرزند
اور حضرت عمر سے ان کا فرزند ہوا	بیاد و چنانکہ مذکور گشت
جیسا کہ بیان ہو چکا اور جب عمر	و چوں عمر مقتول شد محمد بن
قتل کیے گئے تو محمد بن جعفر بن ابی	جعفر بن ابی طالب اورا در
طالب سے ان کا نکاح ہوا۔	جبالہ نکاح در آورد۔

زیر اہتمام

عبدالعظیم نعمان نمائندہ روزنامہ اسلام

فون: 061-545660

فصل ششم در ذکر ولادت امیر المومنین علیہ السلام

۱۲۔ چار نفر از ایشان امام حسن و امام حسین و زینب کبریٰ ملقب بہ عقیلہ و زینب صغریٰ ست کہ مکانات است بام کلثوم و مادر ایشان حضرت فاطمہ زہرا سیدۃ النساء علیہم السلام است، زینب در جبالہ نکاح عبد اللہ بن جعفر سپر عم خویش بود و اما ام کلثوم حکایت ترویج او با عمر در کتب مسطور است و بعد از توضیح عون بن جعفر و از پس زوجه محمد بن جعفر گشت و ابن شہر آشوب از کتاب امامت ابو محمد نوختی روایت کرده کہ ام کلثوم را عمر بن خطاب ترویج کرد۔

منتہی الآمال

ج ۱ ص ۱۳۵

ان میں سے چار حضرات امام حسن و امام حسین اور زینب کبریٰ اور زینب صغریٰ جن کی کنیت ام کلثوم ہے ان چاروں کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ الزہرا علیہا السلام ہیں سیدہ زینب اپنے چچا جعفر کے بیٹے عبد اللہ کے نکاح میں تھیں اور ام کلثوم کی حضرت عمر سے شادی کا واقعہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے حضرت عمر کے بعد عون بن جعفر کے ساتھ شادی ہوئی اور اس کے بعد محمد بن جعفر سے شادی ہوئی اور ابن شہر آشوب نے ابو محمد نوختی کی کتاب امامت سے روایت نقل کی ہے کہ سیدہ ام کلثوم کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شادی کی تھی۔

۱۳۔ قاضی نور اللہ شوسترى مجتہد شیعہ لکھتا ہے :-

چہ سبب شدہ کہ امیر المؤمنین دختر
خود و دختر حضرت فاطمہ اباعمر
تزوج فرمود۔ گویم اس تزویج را
جماعتی از ثقات مشایخ ما
خبر دادند :-

شیعہ کتاب مصائب النواصب^{۱۶۸}
کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ ام کلثوم حضرت عمر کے گھر تھیں۔

۱۴۔ قاضی نور اللہ شوسترى شیعہ اصحاب حدیث کے متعلق لکھتا ہے :-
لیکن اتفاق دارند کہ بعد از رہا
درخواستہا و ستیزہا عباس ام کلثوم
را بعمداد و بیچ کس منکر آن نیست
کہ تزویج ام کلثوم با عمر بواسطہ
عباس بود۔

شیعہ کتاب مصائب النواصب^{۱۶۹}
ام کلثوم کی شادی حضرت عمر سے اپنے چچا عباس کے ذریعہ کردی تھی۔

۱۵۔ شیعہ ملا خلیل قزوینی اپنی معتبر کتاب صافی شرح اصول کافی
میں لکھتا ہے :-

اشارت است بغصب عمر
یہ اشارہ ہے حضرت عمر کے سید النساء

۳۱
ام کلثوم و دختر فاطمہ علیہما السلام را

اصافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ

جزر ۳ ص ۳۸۲ سطر ۱۱

حضرت فاطمہ الزہرا کی بیٹی ام کلثوم کو
غصب کر لینے کے متعلق

(العیاذ باللہ)

شیعہ مذہب کے علماء اور مجتہدین ان تمام مذکورہ روایات میں اقرار
و اعتراف کر گئے ہیں کہ حضرت سیدہ ام کلثوم حضرت سیدنا علیؑ اور سیدہ
فاطمہؑ کی حقیقی صاحبزادی تھیں جن کی پہلی شادی حضرت عمرؓ سے ہوئی تھی،
حتیٰ کہ انے شیعہ محدثین کا اتفاق بیان کر گئے ہیں کہ اس شادی کا کوئی بھی
منکر نہیں تو شیعہ متقدمین و محدثین کی طرح موجودہ دور کے شیعہ مذہب کو بھی
انکار نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ بعض شیعہ علماء حضرت علیؑ کا اس نکاح کے سلسلہ میں
مجبور ہونا اپنی نحوش اعتقادی کی بنیاد پر ذکر کر گئے ہیں۔ حالانکہ سیدنا علیؑ
تویوں فرماتے ہیں :-

انی واللہ لو لقیتمہم واحدا

وہم طلائع الارض کلہا

صا بالیت ولا استوحشت

(نہج البلاغہ ج ۳ ص ۱۳۱)

قسم اللہ کی اگر میں اکبر الگوگوں کے مقابلہ
میں ہوں اور وہ میرے مقابلہ میں تمام
رحمے زمین پر ہوں تو میں اس کی پروا
نہیں کروں گا اور نہ اس سے گھبرائوں گا۔

تو ایسے شیر خدا جیسے کرار کے متعلق کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ انہوں
نے اپنی لخت جگر کو مجبور و بے بس ہو کر اپنے ایک دشمن اور مخالف کو بیاہ دی۔
یہ اگر حضرت عمرؓ کی عدالت شرافت پر دھبہ ہے تو سیدنا علیؑ کی شرافت و
شجاعت پر بھی سخت دھبہ ہے جس کو کوئی بھی محب علیؑ تو برداشت نہیں

کر سکتا اور کوئی غیور و شریف مسلمان اس قسم کا وہم بھی دل میں نہیں لاسکتا کہ
حضرت علی المرتضیٰؑ جیسے شیر خدا سے ان کی رضا مندی و خوشنودی کے بغیر
کوئی رشتہ لے سکے۔

لہم مسلمانوں کا تو یہی عقیدہ ہے کہ یہ سب حضرات کامل الایمان اور
باہم مخلص دوست اور ہم قوم جدی رشتہ دار اور نہایت ہی نیکو کار اور
پاکیزہ لوگ تھے، آپس میں اخلاص و محبت اور دوستی سے رہتے اور ہر کام
باہمی مشورہ اور خوشی سے کرتے تھے۔ سیدنا علی المرتضیٰؑ نے اپنی نخت جگر
نورِ نظر سید ام کلثوم کا کالج بھی حضرت عمرؓ سے اپنی خوشی و رضا مندی اور
انورت و محبت سے کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حق سمجھنے اور ماننے کی توفیق بخشے، اور
حضورِ نور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحابِ کرامؓ اور اہل بیتِ عظام کی
تعظیم و تکریم اور سچی عقیدت و محبت کی سعادت بخشے۔ آمین ثم آمین !
يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ

وَمَن يَكْمُلِ اللَّهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ
وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام
على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه الطيبين الطاهرين
تمت بالخیر